GUMAN
ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.6, Issue.4(2023)
(October- December)

A critical review of the interpretations related to "The Story of Yusuf and Zuleikha" in the Ghazals of eloquent poetry

اساتذہ سخن وراں کی غزلیات میں "قصہ یوسف وزلیخا" سے متصل تلمیحات کا ناقدانہ جائزہ

عظمیٰ نورین
محسن خالد محسنؔ
شعبہ اُردو(گورنمنٹ ویمن یونی ورسٹی،سیالکوٹ) uzmanoreen@gcwus.com
شعبہ اُردو(گورنمنٹ شاہ حسین ایسوسی ایٹ کالج،لاہور)mohsinkhalid53@gmail.com

Abstract

The poets in the "Ghazal" genre of Urdu poetry have been relatively more interested in religious stories. From the Deccani period to the modern era, the natural inclination of the poet can be seen in these stories. With the well-known industry of science and innovation, it has been described in poems through hints, which has increased the importance of these stories. The story of "Yusuf Vazlekha" is also related to this poetic tradition, whose presence can be felt in the literature of languages around the world. In this paper, the explanations related to the story "Yusuf wa Zalekha" have been critically evaluated, and an attempt has been made to prove that the Qasr of Urdu Ghazal contains a wealth of information related to the Qur'anic stories that would attract scholars of knowledge. Is. The poetic literary tradition of Urdu is full of stories related to all the religions of the Indian subcontinent.

Keywords: Urdu,Ghazl,Classic,Poets,Allusion,Youaf,Zalekha,Tradition,Quranic tales,religion

خلاصہ: اُردو شاعری کی صنف "غزل" میں شعراء نے مذہبی قصص میں نسبتاً زیادہ دلچسپی لی ہے۔ولی دکنی سے لے کر جدید عہد تک ان قصص سے شعرا کا فطری میلان نظر آتا ہے۔اُردو شعرانے قرآنی قصص سے متصل واقعات کو تمام تر جزئیات کے ساتھ علمِ بدیع کی معروف صنعت تلمیح کے ذریعے اشعار میں بیان کیا ہے جس سے ان قصص کی اہمیت مزید بڑھ گئی ہے۔قصہ "یوسف وزلیخا" کا تعلق بھی اسی شعری روایت ہے جس کی موجودگی دُنیا بھر کی زبانوں کے ادبیات میں محسوس کی جاسکتی ہے۔اس مقالہ میں قصہ "یوسف وزلیخا" سے متصل تلمیحات کا ناقدانہ جائزہ لیا گیا ہے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ اُردو غزل کے قصر میں قرآنی قصص سے متعلق معلومات کا خزینہ موجود ہے جو مشاقِ علم کو اپنی جانب متوجہ کرتا ہے۔اُردو کی شعری ادبی روایت برصغیر پاک وہند کے جملہ ادیان سے متصل قصص سے بھری پڑی ہے۔

کلیدی الفاظ: اُردو، غزل، کلاسیک، شعرا، تلمیحات، یوسف، زلیخا، روایت، قرآنی قصص، مذہب

اُردو شاعری میں برصغیر پاک وہند کے سبھی منقول قصص کا ذکر ملتا ہے۔یہ قصے اپنی تمام تر تفصیلات کے ساتھ اُردو ادب کے ذیلی اصناف میں موجود ہیں۔ان قصوں کی ایک خاص بات یہ ہے کہ ان قصص سے انسان بہت کچھ سیکھتا ہے۔یہ قصے ایک طرح سے تربیت گاہ ہیں جس میں ہر طرح کے عوامل کی تحریری مشق ہوتی ہے۔خیر وشر، اچھائی برائی، نیکی بدی، جہالت، علمیت، لاعلمی، محبت، چاہت، عقیدت، نفرت اور جانے کیا کچھ ان قصص کی کہانی اور کرداروں کی شخصیت سے متصل ہوتا ہے جو قاری پڑھتے ہوئے اپنی زندگی کے نشیب وفراز سے خود محسوس کرتا ہے اور قصص میں موجود کیفیات وواردات کی تصدیق اور تردید بھی کرتا ہے۔

اُردو زبان کا یہ امتیاز ہے کہ یہ ہر طرح کی علمی و ادبی اور تہذیب و سماجی روایت کو اپنے دامن میں جگہ دینے کی پوری صلاحیت رکھتی ہے۔اُردو زبان قریباً نو سو برس کا سفر طے کر چکی ہے،اس کی تراش خراش مسلسل ہوتی رہی ہے اور اب اس کی وضع قطع دیگر زبانوں کے مقابلے میں نہایت تسلی بخش ہے۔

اُردو زبان کی جملہ اصناف میں سماجی قصص کے علاوہ مذہبی قصص کا تذکرہ ملتا ہے۔ برصغیر پاک و ہند کی مٹی کی یہ زرخیزی ہے کہ یہاں بیرونی حملہ آوروں نے جز وقتی اس کو یرغمال ضرور بنائے رکھا تاہم اس ماٹی نے اپنے بطن پر اب حملہ آوروں کے منفی احوال اور مناقشانہ اقدار کو کبھی پنپنے کا موقع نہیں دیا۔اچھی بات جہاں جس وضع میں میسر آئی دوڑ کر اُسے اپنا کر لیا اور یہ وطیرہ اس کی بقا کا ضامن اپنی جگہ؛اُردو زبان کی وسعت کا اساسی ماخذ ہونے پر مفتخر بھی ہے۔

جہاں تک تعلق اُردو شاعری کا ہے۔اُردو شاعری میں شعرا نے برصغیر پاک و ہند میں موجود تقابل ادیان کے سبھی کرداروں، شخصیات، علامات واوہامت سمیت جملہ قصص کو اشعار میں بیان کیا ہے اور اس سے نئے نئے نکتے تراشے ہیں اور عجیب و غریب داستانی رنگ وضع کر کے اپنی زبان دانی اور شعری لیاقت کا ثبوت دیا ہے۔

اُردو شاعری کی صنف غزل میں شعرا نے مذہبی قصص سے نسبتاً زیادہ دلچسپی لی ہے۔ مثنوی کی صنف تو ان کلاسیکی داستانی قصص کے لیے برسوں سے وقف رہی ہے ۔غزل میں اختصار سے شعر کے پس پردہ کہانی کے اصل مدعا کو بیان کرنا مشکل ہونے کے باوجود سہل محسوس ہوتا ہے۔شاعر پوری کہانی کو جزوئیات کے ساتھ اشعار میں ٹکڑوں کی صورت بیان کرتا ہے اور اصل متن سے ذرا انحراف کر کے کوئی نیا نکتہ تراشتا ہے یا اُسلوب کی فنکاریاں دکھاتا ہے تو قصے کی کہانی کے ساتھ شاعر کی فنکاری کا مزہ لینے کا احساس بھی دو بالا ہو جاتا ہے۔

اُردو غزل کی روایت میں ولی دکنی سے لے کر مرزا داغ دہلوی تک پورا عہد قریباً آٹھ سو برس کا ہے۔ان آٹھ سو برسوں میں مذہبی قصص پر اب تک ہزاروں اشعار کہے گئے ہیں اور ہر شعر دوسرے سے مختلف اور جدا مفہوم لیے ہوئے ہے۔یہ اُردو زبان کا اختصاص ہے کہ اس میں ایک کیفیت سے متعلق سیکڑوں انداز تفہیم کے وضع کیے جا سکتے ہیں اور اصل کیفیت کی صورت زائل بھی نہیں ہوتی۔ ولی دکنی، سراج اورنگ آبادی، شیخ علی حزیں، سودا، میر، ناسخ، آتش، غالب، مصحفی، مومن اور داغ وغیرہ کے ہاں یہ فنی التزام بڑی نفاست اور عمدگی سے شعریات میں نبھتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔

کلاسیکی شعرا کے ہاں جس مذہبی قصے کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے وہ یوسف زلیخا کا قصہ ہے۔ یہ قصہ قرآن پاک میں ایک پوری سورہ، سورہ یوسف میں موجود ہے۔اس قصے کو قرآن کے دیگر قصص کی نسبت "احسن القصص" قرار دیا گیا ہے۔اس قصے کی خاصیت یہ ہے کہ اس میں انسان کی پیدائش سے لے کر وفات تک کے سبھی احوال کا ترتیب سے ذکر ملتا ہے۔اس قصے میں دُنیا جہان کے موضوعات سمائے ہوئے ہیں۔اس قصے میں دین اور دُنیا کا تقابل دکھایا گیا ہے۔ مولانا حفیظ الرحمن سیوہاری لکھتے ہیں:

"قرآن عزیز میں یوسفؑ کے واقعہ کو "احسن القصص" کہا گیا ہے۔اس لیے کہ اس ایک واقعہ کی نسبت دوسرے کسی واقعہ میں اتنی عبرتیں، حکمتیں اور مواعظ و نصائح نہیں ہیں۔ درحقیقت یہ واقعہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے عجیب دلکش اور زمانہ کے عروج و زوال کی زندہ یادگار ہے"۔ (1)

اس قصے میں خاندانی نظام کی اہمیت اور موجود افراد کے باہمی تعلق کی مثبت اور منفی اقدار کو پیش کیا گیا ہے۔اس قصے میں بھائیوں کے درمیان محبت اور نفرت کے اسباب و عوامل پر روشنی ڈالی گئی ہے۔اس قصے میں ایک باپ بیٹے کی محبت میں کہاں تک جا سکتا ہے اور کیا کچھ کر سکتا ہے وہ دکھایا گیا ہے۔اس قصے میں محبت کے حصول کے لیے ایک عورت کی جملہ صفات واطوار کو منظرِ عام پر لایا گیا ہے۔اس قصے میں ایک قیدی کو منصبِ صدرات پر بیٹھتے دکھایا گیا ہے۔اس قصے میں بھوک، قحط، افلاس میں لوگوں کی دست گیری اور مفلوک الحالی میں نسل کی بقا کی اُمید کا استعارہ بننے والے مثبت طرزِ عمل کو دکھایا گیا ہے۔ مختصر یہ کہ یہ قصہ انسانی زیست کا حاصلِ کل ہے جس میں کوئی چیز مذکور ہونے سے محروم نہ رہی ہے۔

حضرت یوسفؑ، حضرت یعقوبؑ کے بیٹے تھے جو دوسری ماں سے تھے۔ان کی پیدائش کے ساتھ باپ یعقوبؑ کی محبت ہر گزرتے دن کے ساتھ بڑھتی جا رہی تھی۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ یعقوبؑ حضرت یوسفؑ کو سب سے زیادہ عزیز متصور کرنے لگے اور ہر وقت انھیں اپنے پاس رکھتے اور لمحہ بھر کو نظروں سے اوجھل نہ ہونے دیتے۔ بھائیوں نے اس طرزِ عمل کو دیکھا تو فطری طور پر ان میں باپ کی محبت کے پیشِ نظر بھائی یوسفؑ کے لیے حسد کا عنصر پیدا ہوا جس نے رفتہ رفتہ مخالفت سے نفرت کی شکل اختیار کر لی۔

بھائیوں نے باہمی مشاورت سے یہی فیصلہ کیا کہ یوسفؑ کو باپ سے جدا کر دیا تاکہ باپ کی محبت میسر آسکے۔ برادرانِ یوسفؑ کی تلمیح اسی رویئے کا اظہار ہے۔ ایک روز بھائیوں نے سیر کی غرض سے یوسفؑ کو ساتھ لیا اور ایک کنویں میں گرا کر جھوٹ موٹ بھیڑیا کا خون قمیص پر لگا کر یوسفؑ کو بھیڑیا کے کھا جانے کا بہانہ تراشا جس کے لیے گرگِ یوسفؑ کی تلمیح وضع ہوئی۔

یوسفؑ کو مصر کے ایک قافلہ نے نکال کر مصر میں فروخت کر دیا۔ اس واقعے کے لیے چاہ کنعان، ماہ کنعان اور خریداری یوسفؑ کی تلمیحات تراشی گئی ہیں۔ مصر میں یوسفؑ کو مصر کے بادشاہ نے خرید لیا اور اپنے محل میں پرورش کے لیے بھیج دیا۔ اس واقعے کے لیے عزیزِ مصر اور کنعانِ مصر کی تلمیح وضع کی گئی۔ زلیخا نامی ایک خاتون یوسفؑ کے جمال پر مرمٹی اور سرتاپا فریفتہ ہوگئی۔ اس واقعے کے لیے حُسن یوسف، جمالِ یوسفؑ کی تلمیح تراشی گئی۔ زلیخا نے یوسفؑ کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی ناکام کوشش کے بعد جیل میں یوسفؑ کو جانے پر مجبور کیا۔ اس واقعے کے لیے زندانِ یوسفؑ، زندانی یوسفؑ کی تلمیح شعرا کے ہاں مستعمل ہے۔

جیل کے دوران خواب کی تعبیر کے واقعے کو شعرا نے "خوابِ یوسفؑ، تعبیرِ یوسفؑ، رویائے یوسفؑ سے یاد کیا ہے۔ جیل سے رہائی سے لے کر مصر کے تخت پر جلوہ افروز ہونے تک کے سبھی واقعات اور پھر یوسفؑ کے بھائیوں کی آمد اور باپ کے لیے قمیص کی روانگی اور سب کی ملاقات کے جملہ احوال کو شعرا نے دسیوں تلمیحات میں بیان کیا ہے جس سے اس واقعے سے شعرا کی دلچسپی کا پتہ چلتا ہے۔

اس مقالہ میں قصہ یوسف وزلیخا سے متصل تلمیحات کا ناقدانہ تجزیہ کیا گیا ہے جس سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ اُردو غزلیات میں قصہ یوسف وزلیخا سے اُردو شعرا کی دلچسپی اظہر الشمس ہے اور یہ واقعہ دیگر قصص کی نسبت زیادہ شدومد کے ساتھ اُردو غزلیات میں مذکور رہا ہے اور ہنوز اس کی اہمیت برقرار ہے۔

اخوانِ یوسفؑ: اخوان یوسفؑ سے مراد حضرت یوسفؑ کے بھائی ہیں۔ حضرت یعقوبؑ اپنے تمام بیٹوں میں سے حضرت یوسفؑ کو سب سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ باپ کا بیٹے سے بے لوث اور از حد لگاؤ دیگر برادرانِ یوسف کے لیے حسد کا موجب بن گیا۔ اپنے باپ کی توجہ اور محبت حاصل کرنے کے لیے برادرانِ یوسف نے حضرت یوسف کو بہانے سے کنویں میں پھینک دیا۔

ناسخ نے اخوانِ یوسف تلمیح سے شاعرانہ نکتہ تراشا ہے۔ ناسخ نے اخوانِ یوسف تلمیح کو محبوب کے چاہِ ذقن سے مماثل ومشابہ قرار دیا ہے۔ کہتے ہیں اگر حضرت یوسفؑ کے بھائی انھیں حسد کی وجہ سے کنویں میں گرانے کی بجائے کسی محبوب کے چاہِ ذقن کا دیوانہ کر دیتے تو یوسفؑ اس سے باہر نہ نکل سکتے۔ شاعر کا کام ہی دور کی کوڑی لانا ہوتا ہے۔ اس شعر میں ناسخ نے جہاں تلمیح کی وسعتِ معنی میں اضافہ کیا ہے وہاں اخوانِ یوسفؑ ایسی تاریخی تلمیح سے انسانی نفسیات سے آگہی بھی دی ہے۔

- ''گرا دیتے اگر اخوانِ یوسف اس میں یوسف کو/نکلنا تھا بہت مشکل ترے چاہِ زنخداں سے'' [کلیاتِ ناسخ، جلد اول، ص:395]

آتش نے اخوان یوسفؑ تلمیح سے منفرد نکتہ تراشا ہے۔ کہتے ہیں یوسفؑ کے بھائیوں نے انھیں کنویں میں گرا کر ایک طرح سے ان کی مصر میں سکونت کی راہ ہموار کی تھی۔ آتش نے خود کو یوسفؑ کے احوال میں مبتلا محسوس کیا ہے اور دیارِ غیر کی مسافرت کو اخوانِ یوسفؑ ایسے بھائیوں کی وجہ سے اختیار کیا۔ آتش کے یوسف کی روشن قسمت پر رشک کیا ہے اور بھائیوں کے حسد کو اپنے لیے سازگار اور نیک فال قرار دیا ہے۔

آتش نے یہ تاثر دیا ہے کہ یوسف ایسا عالی ظرف اور وسیع القلب نبی تھے جنھوں نے سب کچھ جانتے سمجھتے ہوئے بھی اپنے بھائیوں کو معاف کر دیا اور انتقام کا شائبہ بھی اپنے قریب نہ آنے دیا۔

- ''کنویں میں یوسف کنعان کو پھینکا اخواں نے/نہ سمجھے مصر کے چلنے کا پاتراب ہوا'' [کلیاتِ آتش، ر، الف، ص:78]
- ''نیک طینت کو بدی کا نہیں منظور عوض/انتقام اپنا نہ یوسفؑ نے لیا اخواں سے'' [کلیاتِ آتش، یائے تحتانی:391]

آتش نے برادرِ یوسفؑ کے رویے پر شدید تعجب وحیرت کا اظہار کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ یوسفؑ کے بھائیوں نے کیا سمجھ کر بھائی کو کنویں میں گرایا تھا کہ ان کے دل میں محض حسد تو نہ تھا کچھ اور ہی معاملہ تھا جس نے انھیں خوبصورت بھائی پر ظلم کرنے اور جدا کرنے پر آکسایا ہوگا۔ برادرِ یوسفؑ کے رویے سے انسانی برادری خون کے رشتوں میں عدم اعتماد اور سفاکی کے عناصر کو جواز بنا کر پیش کرتی ہے اور یہ رائے کسی حد تک درست بھی ہے۔ جب بھائی بھائی کا دُشمن بن جائے تو غیر کے شر سے خوف کا اندیشہ کہاں رہتا ہے کہ انسان خود کو کائناتِ عالمِ امکانات میں تنہا، بے بس، لاچار اور مجبور وبد قسمت تصور کرنے لگتا ہے۔ برادرِ یوسف تلمیح میں غیر معمولی معنویت پوشیدہ ہے۔

جدید شعرا کے ہاں یوسفؑ کے بھائیوں کے اس رویئے کے حوالے سے جداگانہ بیان ملتا ہے۔ جدید شعرا کلاسیکی شعرا کی نسبت شاعرانہ آہنگ کو پیش آمدہ مسائل و واقعات کی ترجمانی کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ ان کے بدیعی اختصاص کی جولانیوں کی نسبت سماجی و معاشرتی حالات کی سنگینی اور خانگی معاملات کی ارزانی کا بیان زیادہ ملتا ہے بلکہ نوحہ آمیز انداز میں دارد و فریاد کی ماتمی صورتحال کا غلبہ دکھائی دیتا ہے۔

؎ ''الٰہی یہ جواں چشم و چراغ بزمِ عالم ہو/بصارت چھین کر جو لے چلا ہے پیرِ کنعان کو''(جوش، سوز و ساز، ص49)

؎ ''مجھ سے مرے احباب ہیں کیوں اتنے گریزاں/ہر شخص تو یوسفؑ کا برادر نہیں ہوتا''(اعجاز رحمانی، غبارِ انا، ص69)

بوئے پیراہن، بوئے یوسفؑ: بوئے پیراہن سے مراد حضرت یوسفؑ کے قمیص کی خوشبو ہے جس کی برکت سے حضرت یعقوبؑ کی آنکھوں کی بینائی لوٹ آئی تھی۔ ثوبان سعید لکھتے ہیں: ''حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے حسد کی وجہ سے انھیں کنویں میں پھینک دیا تھا جہاں سے عزیز مصر یعنی مصر کے بادشاہ اور زلیخا کے خاوند کے دربار سے زنداں کا سفر طے کرتے ہوئے بالآخر مسند دربارِ مصر پر متمکن ہوئے۔ حضرت یوسف نےؑ بھائیوں کو معاف کر دیا۔ سامان خور و نوش کے علاوہ اپنی قمیص بھی دی جسے یعقوبؑ آنکھوں سے لگاتے ہی بینائی سے بہرہ یاب ہو گئے۔''(۲)

آتش بوئے یوسفؑ کی نسبت سے عشق کا منتہائے مقصود سمجھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ کہتے ہیں کہ عشق اور محبت کا باہمی خلا اس وقت مٹ جاتا ہے جب قمیص کی خوشبو عودِ بصارت کا آئینہ بن جائے۔ آتش نے زلیخا کے حوالے سے بوئے یوسف کو علامتی انداز میں بطور کنایہ برتا ہے۔ آتش نے پھولوں کے ہار سے بوئے یوسفؑ کے آنے کی خبر دی ہے۔ شعرا کا انداز ہے وہ ماضی کے قصص سے حسبِ حال صورت کا بیانیہ تراش لیتے ہیں۔

؎ ''دماغِ حضرت یعقوبؑ عاشق اِس کو کہتے ہیں/ہوئی ہے بوئے یوسفؑ یار کی پوشاک سے پیدا''[کلیات آتش، ر، الف، ص:67]

؎ ''نکہتِ گل ہوں میں، کیا مجھ کو گلستاں روکے/بوے پیراہنِ یوسفؑ کو نہ زنداں روکے''[کلیات آتش، یاے تحتانی:382]

غالب نے باپ اور بیٹے کی محبت کو "خوشبو کا استعارہ" قرار دیا ہے۔ غالب کہتے ہیں نسیمِ مصر کو یوسفؑ کی خوشبو کا علم تو ہے لیکن اس ثابت کرنا اس کے لیے آزمائش بن گیا ہے۔ یعقوبؑ کی آنکھوں کو روشن کرنے والی قمیص کا انتظار عشقِ باہم کا پروردن بن گیا ہے۔

؎ ''بہر جاں پروردن یعقوبؑ بالِ چاک سے/وام لیتے ہیں پر پرواز پیراہن کی بو''[دیوان غالب، ص:۱۷۸]

؎ ''نسیم مصر کو کیا پیر کنعاں کی ہوا خواہی/اسے یوسفؑ کی بوئے پیراہن کی آزمائش ہے''[دیوان غالب، ص:۱۷۸]

مومن خان مومن، ولی دکنی اور خواجہ میر درد کے ہاں بھی بوئے پیرہن کی تلمیح برابر استعمال ہوئی ہے۔ ان شعرا کے ہاں اس تلمیح سے متصل واقعات کا بیان ملاحظہ کیجیے جس میں انھوں نے جداگانہ پہلو تراشا ہے جو پڑھنے والی کی توجہ کو مبذول کرتا دکھائی دیتا ہے۔

؎ ''جو پایا وصل یوسف اس کوں پیراہن سوں کیا مطلب/تو وہ گل پیرہن ہے مصر میں خوبی کے اے موہن''(دیوان ولی، جلد، دوم، ص92)

؎ ''یوسف چھپا ہے اُن کے ہر پیرہن کے بیچ/گئی یوسفؑ کی جب یعقوبؑ تک بو''(دیوان درد، ص217)

؎ ''پدر نے ڈھونڈ کر پایا پسر کو/دماغِ حضرتِ یعقوبؑ اس کو کہتے ہیں''(کلیاتِ سودا، جلد، چہارم، ص210)

؎ ''ڈال دیتا ہوں جو میں اُس کو گلے میں یار کے/بوئے یوسف آنے لگتی ہے گلوں کے ہار کے(کلیات مصحفی، جلد، سوم، ص65)

بختِ زلیخا: ہمارے شعرا بھی تاریخ سے اکثر نابلد قرار پائے ہیں۔ ان کی معصومیت پر قربان جایئے۔ جس طرح سے واقعات کو سنا؛ اُسی طرح شاعرانہ انداز میں بیان کر دیا۔ گو؛ ان واقعات کی کوئی تاریخی و تحدیثی اہمیت نہیں ہے لیکن تلمیح کے نقطۂ نظر سے ان کی اہمیت مسّلم ہے۔ اس واقعے کو مورخین اور شعرا نے جدا، جدا معلومات کے ساتھ لکھا ہے۔ زلیخا کی سوانح و شخصیت طلسمی واقعات کی آماجگاہ ہے۔ جس نے جس طور سے لکھا وہی آنے والے مورخ کے لیے حوالہ بن گیا۔ آج ہمیں قرآن کے علاوہ اسرائیلی روایات اور اس سے مُتصل قصص میں زلیخا کے جملہ احوال کے بارے میں قطعیت سے درست معلومات نہیں ملتی۔ بحر حال جو کچھ کسی حد تک درست تصور کر لیا گیا ہے اُسی پر اکتفا کرنا پڑتا ہے۔ اکبر حسین قریشی لکھتے ہیں:

''عزیز مصر کے انتقال کے بعد زلیخا کا نکاح حضرت یوسفؑ کے ساتھ ہو گیا اور بعد ازاں دو بچے بھی پیدا ہوئے؛ ایک کا نام افائیم اور دوسرے کا میثار کھا گیا۔ 'افرائیم' بڑا ہو کر "یوشع بن نوح" کے لقب سے معروف ہوا۔ یوشع بن نوح حضرت ایوبؑ کی والدہ کے ابّا جان ہیں۔ یہ واقعہ کسی مستند روایت اور تاریخی ثبوت سے عاری منقول ہے''.(۳)

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.6, Issue.4(2023)
(October- December)

مرزا داغؔ نے بخت زلیخا تلمیح میں روایت سے ذراہٹ کر ایک نیا نکتہ نکالا ہے۔ کہتے ہیں یوسف کو خرید لینے کی استطاعت گو اہلِ مصر کے اکثر روئسا میں تھی لیکن قدرتِ حق نے یوسفؑ کو زلیخا کے بخت میں لکھ دیا تھا۔اس لیے زلیخا سے بڑھ کر کسی اور نے دام نہ لگائے۔یوں یوسفؑ زلیخا کے ہو گئے۔داغؔ نے رواجاً اختیار کی ہوئی اس تلمیح کے پس پردہ واقعات کو ایک خوبصورت موڑ دے کر حُسن بیان کو تازگی بخش دی ہے۔

ـ ''تھی بخت زلیخا میں خریداری یوسف/اوروں نے لگائے نہ درم اور زیادہ''[گلزار داغ، ص:۱۶۶]

برادرانِ یوسفؑ: برادران یوسفؑ؛قرآنی وتاریخی تلمیح ہے۔حضرت یعقوبؑ اپنے تمام بیٹوں میں سے حضرت یوسفؑ کو سب سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔باپ کا بیٹے سے بے لوث اور از حد لگاؤ دیگر برادرانِ یوسف کے لیے حسد کا موجب بن گیا۔اپنے باپ کی توجہ اور محبت حاصل کرنے کے لیے برادرانِ یوسف نے حضرت یوسف کو بہانے سے کنویں میں پھینک دیا۔اس واقعے کو شعرانے سب سے زیادہ تلمیحات میں برتاہے۔ساجدہ قریشی لکھتی ہیں:

''برادرانِ یوسفؑ یا اخوانِ یوسف کا کنایہ حاسد اور ظالم بھائیوں کے لیے آتا ہے۔حضرت یوسفؑ کے بھائی ان سے بہت جلتے تھے۔ہر وقت وہ یوسفؑ کو اپنے راستے سے ہٹانے کی فکر میں رہتے تھے۔ایک دن بہانے سے جنگل میں لے جاکر کنویں میں گرادیا اور واپسی پر باپ سے بھیڑیا یوسفؑ کو کھا جانے کا جھوٹا واقعہ سنایا جس پر یعقوبؑ کو بہت صدمہ پہنچا اور بیٹے کی یاد میں رفتہ رفتہ ان کی بینائی چلی گئی''. [۴]

قرآنی قصص سے معلوم ہوتا ہے۔صدیوں پہلے بھی انسان حسد و بغض کا اسیر رہا ہے۔اپنے ذاتی مفاد کے پیشِ نظر ہمیشہ سے خونی رشتوں کا استحصال کرتا آیا ہے۔داغؔ نے مذکورہ تلمیح میں اسی ردِ عمل کی طرف اشارہ کیا ہے۔مرزا داغؔ نے برادرانِ یوسفؑ کی بے حسی اور سنگ دلی کو خالصتاً دہلوی انداز میں حقیقتِ پنہاں سے پردہ اُٹھایا ہے۔حضرت یوسفؑ سے بھائیوں کی بے مروتی اور حسد نے دراصل انسان کی فطرت میں موجود منفی داعیات کو سمجھنے کا موقع فراہم کیا ہے۔

ـ ''رکھتے ہیں ایسے چاند کو تو غیر بھی عزیز/یوسف کو بھائیوں نے کنوئیں میں گرادیا''[آفتاب داغ، ص:۲۷۵]

سوداؔ نے سرد مہری اخوانِ یوسفؑ کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور باپ کے درد کی شدت کا بیانیہ جداگانہ اُسلوب میں بیان کیا ہے۔

ـ ''جہاں میں قصہ یوسفؑ ہے آئینہ کہ پسر/پدر کا درد نہ مہر برادری جانے''(کلیات سودا، جلد، سوم، ص 111)

پیر کنعان: کنعان ایک مذہبی وجغرافیائی تاریخی تلمیح ہے۔کنعان ایک قدیم علاقہ کا نام ہے جو آج کل کے اسرائیل، فلسطین اور اُردن پر مشتمل ہے پیر کنعان سے مراد حضرت یعقوبؑ ہیں جنھوں نے اپنے بیٹے یوسفؑ کی جدائی میں برس ہا برس گزارے اور مُعمّر ہونے کے باوجود بیٹے کے غم کو دل سے بھلا نہ سکے۔لفظ 'پیر' یعنی بوڑھا، معمّر' کی رعایت سے حضرت یعقوبؑ کو 'پیر کنعان' کہا جاتا ہے۔کنعان مصر کا چھوٹا سا قصبہ تھا جس میں صرف نسل براہیمی ہی آباد تھی۔یہ پورا قبیلہ بہت غریب اور تنگ حال تھا۔اس قبیلہ میں بزرگ و معتبر حضرت یعقوبؑ کو سمجھا جاتا تھا۔حضرت یعقوبؑ کی شخصیت کے پیشِ نظر انھیں "پیر کنعان" کہا جاتا ہے۔

غالب نے پیر کنعان تلمیح کے شعری استعمال سے جہاں شعر کے حُسن کو نمایاں کیا ہے وہاں یعقوبؑ کی یوسفؑ سے محبت اور ان کی جدائی میں گزرنے والے مہ و سال کی دُکھ بھری داستان کو 'پیر کنعان' میں سمو کر گویا سمندر کو کوزے میں سمودیا ہے۔اس دو لفظی تلمیح سے پورا واقعہ ذہن میں تازہ ہو جاتا ہے۔

ـ ''نسیم مصر کو کیا پیرِ کنعاں کی ہوا خواہی/اُسے کی بوئے پیرہن کی آزمائش ہے''[دیوان غالب، ص:۱۶۸]

غالب کے علاوہ دیگر کلاسیکی شعرا کے ہاں پیر کنعان تلمیح کا استعمال دیکھیں کہ کس طرح ان شعرا نے یعقوبؑ کی حالتِ زار کو شاعرانہ اُسلوب میں کمال فنکاری سے بیان کیا ہے کہ اصل قصے کا متن بھی برقرار رکھا ہے اور اذیت کی شدت بھی زائل نہیں ہونے دی۔

ـ ''جس کے زنخداں کوں جگت بولے ہیں چاہ عاشقاں/دیکھا ہوں تجھے خواب میں اے مایہ خوبی''(دیوان ولی، جلد دوم، ص 93)

ـ ''یہاں جو تشریف آپ لائے کدھر سے یہ آج چاند نکلا/کہ ماہ کنعان تھے جس کے آگے جو خوب سوچا تو ماند نکلا''(کلیات انشا، جلد دوم، ص 26)

ـ ''حُسن پر اپنے مہ مصر کو ہے ناز بہت/اس نے دیکھا ہے ترے حُسن کا آغاز کہاں''(کلیات مصحفی، جلد، چہارم، ص 118)

ـ ''یوسف ہے وہی وہی زلیخا وہی یعقوب/کنعان ہے وہی مصر وہی چاہ وہی ہے''(دیوان ظفر، جلد اول، ص 107)

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
GUMAN
Volume.6, Issue.4(2023)
(October- December)

چاہِ یوسف، چاہ کنعان: چاہ یوسف سے مراد یوسفؑ کا کنواں یعنی وہ کنواں جس میں آپؑ کو بھائیوں نے حسد کی وجہ سے گرا دیا تھا جہاں سے صحیح سلامت مصر کا ایک قافلہ آپ کو نکال کر اپنے ہمراہ لے گیا اور بازارِ مصر کی منڈی میں بھاری قیمت وصول کر کے فروخت کر دیا۔ حضرت یوسفؑ کو ان کے سوتیلے بھائیوں نے جس کنویں میں گرایا تھا اسے "چاہِ یوسف" اور "چاہِ کنعان" کہا جاتا ہے۔ یہ کنواں نواح شام میں طبریہ کے مقام پر تھا۔ اس کے آثار اب بھی زیارت گاہ خاص و عام ہیں۔

ناسخ کہتے ہیں کہ جگہوں کی نسبتیں اشخاص سے ہوتی ہیں ان کی اپنی کوئی جداگانہ شناخت نہیں ہوتی۔ حضرت یوسفؑ کے کنویں میں گرائے جانے سے دُنیا بھر کے کنویں تحریر و تقریر کا موضوع بن گئے جبکہ اس واقعے سے پہلے کنواں محض پانی کی ضرورت پورا کرنے کا ایک حوالہ تھا سوا کچھ بھی نہیں۔ ناسخ نے محبوبِ بے مروت کے دیدار کے لیے چاہِ یوسفؑ کا سہارا لیا ہے۔

ے "جس جگہ ہے حُسن فوراً قدر دان پیدا ہوا/ چاہ میں یوسفؑ گرا تو کارِ رواں پیدا ہوا" [کلیات ناسخ، جلد اول، ص:05]

ے "وہ بہشتی رو لگا بھرنے جو پانی ناز سے/ دلو میں آیا نظر خورشید، یوسف چاہ میں" [کلیات ناسخ، جلد اول، ص:172]

آتش نے چاہِ یوسف تلمیح سے منفرد انداز میں نکتہ تراشا ہے۔ کہتے ہیں مصری قافلے کی قسمت پر رشک آتا ہے کہ ان کے ہاتھ کائنات کا قیمتی ترین ہیرا لگ گیا جس کے حُسن نے ان کی آنکھیں خِیرہ کر دیں اور یہ یوسفؑ کو پا کر پل بھر وہاں نہ ٹھہرے۔ آتش نے زلیخا کی حُسنِ یوسفؑ سے بے خبری کو معصومانہ انداز میں شعری مرقع بنا دیا ہے۔ آتش نے دُنیا کے آزمائشی سفر کو سفرِ مصر سے تشبیہ دی ہے اور چاہِ لحد کو چاہِ یوسف قرار دیا ہے۔

ے "ذقنِ یار میں کی خط نے رسائی پیدا/ چاہِ یوسفؑ میں خضر بہرِ تماشا اُترا" [کلیات آتش، ر، الف، ص:80]

ے "دُنیا سے گزرنا سفرِ مصر ہے ہم کو/ چاہِ لحد اپنے لیے یوسف کا کنواں ہے" [کلیات آتش، یائے تحتانی:457]

ولی دکنی، جرات، شاہ نصیر اور حالی کے ہاں چاہ کنعان کی رعایت سے مضمون باندھنے کی صلاحیت ملاحظہ کیجیے۔ ان شعرا نے جہاں قصہ یوسف و زلیخا سے متعلق اپنی آرا پیش کی ہیں وہیں زبان دانی کا ثبوت بھی دیا ہے۔ کہتے ہیں:

ے "تجھ زنخداں کے چاہ کنعاں میں/ یوسف مصر دم بہ دم دستا" (دیوان ولی، ص117)

ے "چاہِ یوسف کی زلیخا کو تھی بے شک لیکن/ اس تری چاہ میں یوسفؑ کا حسیں جاوے ڈوب" (کلیات جرات، جلد، اول، ص244)

ے "دل مرا تیری ذقن سے نہیں نکلا یہ عزیز/ چاہِ کنعاں سے ہوا ہے مہِ کنعاں پیدا" (کلیات شاہ نصیر، جلد، اول، ص247)

ے "آ رہی ہے چاہِ یوسفؑ سے صدا/ دوست یاں تھوڑے ہیں اور بھائی بہت" (دیوان حالی، ص105)

حُسنِ یوسفؑ: حُسنِ یوسفؑ سے مراد حضرت یوسفؑ کا حُسن و جمال ہے۔ رب تعالیٰ نے حضرت یوسفؑ کو دُنیا کا حسین ترین اور صاحبِ ذوق پیغمبر بنایا تھا۔ آپؑ کے حُسن کا یہ عالم تھا کہ مصر کے بادشاہ کی بیگم زلیخا آپؑ کی نظر کی گھائل ہو گئی اور دل و جان سے آپؑ کے عشق میں ایسی مبتلا ہوئی کہ تمام حدود سے متجاوز کر گئی۔ حُسنِ یوسفؑ کی جھلک کے آگے کسی کو تاب نہیں۔ مصر کی خواتین نے آپؑ کے حُسن کے آگے اپنے ہاتھوں کو کاٹ ڈالا۔

ڈاکٹر مصاحب علی صدیقی لکھتے ہیں:

"خدائے تبارک و تعالیٰ نے حضرت یوسفؑ کو سیرت و اخلاق کے ساتھ بے پناہ حُسن و جمال عطا فرمایا تھا۔ آپؑ کا رعنائی و جمال کا پیکرِ مجسم بے مثالی تھا۔ عزیزِ مصر کی بیوی آپؑ کے حُسن و جمال پر فریفتہ ہو گئی تھی۔ مصر کی عورتوں نے آپؑ کے حُسن سے متاثر ہو کر اپنی انگلیاں کاٹ لیں تھیں۔ آپؑ کا آبائی وطن کنعان تھا اس لیے آپؑ کے لیے "ماہ کنعان، ماہ مصر" تلمیح بھی مستعمل ہیں"۔ (۵)

ناسخ نے حُسنِ یوسفؑ کی رعایت سے خوبصورت نکات تراشے ہیں۔ کہتے ہیں حُسنِ یوسفؑ کی مصر تشریف آوری سے اس کی سیاہی و تیرگی میں فروزنی کا از خود سامان پیدا ہو گیا کہ میل برابر حُسن کے ہالے مثلِ شمع راہ کو فروزاں کیے ہوئے تھے۔ ناسخ نے زلیخا کی شدتِ طلب کے آگے خریداری یوسفؑ کو گراں بار ہوتا دکھایا ہے۔ کہتے ہیں مصر کے بازار میں یوسفؑ پر اگر زلیخا کی نظر نہ پڑتی تو حُسن کی قیمت شاید وہ نہ لگتی جو زلیخا نے لگائی تھی۔ ناسخ کا نکتہ لائق تحسین ہے۔

ے "حُسنِ یوسفؑ سے ہوئی پُر نور ایسی راہِ مصر/ روشنی میں تھا برابر میل پر فرسنگ و شمع" [کلیات ناسخ، جلد اول، ص:149]

ے "تھی خریداری متاعِ حُسنِ یوسفؑ کی کسے/ آتشِ شوقِ زلیخا سے ہوا بازار گرم" [کلیات ناسخ، جلد ۲، ح، اول:262]

آتش حُسنِ یوسفؑ تلمیح کی رعایت سے دلکش نکتے تراشتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ دل میں محبت کی جا حُسنِ یوسفؑ کی دلپذیری کے بغیر ممکن نہیں کہ حُسن کی تابانی زندانی کو فروزنی عطا کرتی ہے۔ بازارِ مصر میں حُسنِ یوسف کی خریداری ممکن نہ تھی کہ کثرتِ خریدار کا تعلق رونقِ بازاری سے ہے۔ فانوسِ خیالِ زلیخا کی ضوفشانی زندانی یوسفؑ کی تابانی سے درخشندگی پاتی ہے۔

۔ ''یوسفؑ کے حُسن کے ہیں جو ہیں کارواں میں مست/نالہ سرود کا ہے انھیں شورِ زنگ کا''[کلیاتِ آتش، ر، الف، ص:134]

۔ ''حُسنِ یوسفؑ ہے وہی رونق بازار اب تک/وہی کثرت ہے جو کثرت کہ خریدار کی تھی''[کلیاتِ آتش، یاے تحتانی:373]

داغ کہتے ہیں حُسنِ یوسف، زلیخا کی تقدیر میں تھا، سو،اُس کو نصیب ہوا۔ ایک میں ہوں جس کے پاس حُسنِ یوسفؑ ایسی شبیہ موجود ہے لیکن دسترس سے باہر ہے۔ سچ یہ ہے؛ حُسنِ یوسفؑ کی ستائش میں اظہار بے معنی ہو جاتے ہیں

۔ ''ہے یہاں تک تو اسے رشک کہ بہر تزئین/حسنِ یوسف نہ ملے رنگ بدلنے کے لیے''[آفتابِ داغ، ص:۲۲۰]

۔ ''یوسف کی بھی تصویر ہے، اس بت کی بھی تصویر/سچ یہ ہے کہ ایمان سے بولا نہیں جاتا''[یادگارِ داغ، ص:۳۹۷]

خوابِ یوسفؑ: خوابِ یوسف کلاسیکی غزلیہ شاعری کی محبوب ترین تلمیح ہے جو سبھی شعرا کے ہاں یکساں مستعمل اور تواتر سے اشعار میں مذکور ہوئی ہے۔ دینِ اسلام کے ضابطہ حیات یعنی قرآن میں جس شخصیت کا سب سے زیادہ تذکرہ اور جمالیاتی وصف بیان ہوا ہے وہ حضور اکرمؐ کے بعد بلاشبہ حضرت یوسفؑ ہیں۔ قرآن کی ایک مکمل سورہ، جمال، یوسفؑ کے لیے وقف کی گئی ہے۔

حضرت یوسفؑ نے ایک خواب دیکھا اور اسے اپنے باپ کو سنایا اور تو انھوں نے اس خواب کو راز میں رکھنے کی تلقین کی لیکن سے یہ راز راز نہ رہا اور منشائے ایزدی کے مطابق یوسفؑ کنعان سے مصر جا پہنچے اور وقت نے انھیں کہاں سے اُٹھا کر کہاں لا بٹھایا کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے اور رب تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ پر ایقان اپنے اوج کو چھونے لگتا ہے۔ خواجہ شمس الدین عظیمی لکھتے ہیں:

''حضرت یوسفؑ کی پیدائش کے وقت حضرت یعقوبؑ کی عمر ۷۳ برس تھی۔ حضرت یوسفؑ کے گیارہ بھائی تھے۔ یامین سگے اور دس سوتیلے بھائی تھے۔ سبھی بھائیوں میں آپؑ سب سے زیادہ حسین و جمیل تھے۔ آپؑ نے ایک خواب دیکھا کہ گیارہ ستارے، ایک سورج اور چاند آپؑ کو سجدہ کر رہے ہیں۔ اس وقت آپؑ کی عمر بارہ سال تھی۔ حضرت یعقوبؑ نے یہ خواب سُنا تو انہوں نے خواب کی تعبیر بتائی کہ رب تعالیٰ نے تمہیں اپنے کام کیلئے منتخب کر لیا ہے۔ رب تعالیٰ تمہیں علم و حکمت سے نوازیں گے اور نصیحت کی کہ یہ خواب اپنے بھائیوں کو نہ سنانا ورنہ وہ تمہارے دُشمن بن جائیں گے۔ اس قصے کو قرآن میں ''احسن القصص'' کہا گیا ہے۔''[۶]

ناسخ قرآنی قصص کی جزئیات سے باخوبی واقف ہیں اور ان قصص کے واقعات کی حقانیت سے بھی آگاہ ہیں۔ یوسفؑ کے معاملے میں ناسخ کا نکتہ نظر زیادہ واضح ہے۔ دُنیا کی حکومت و اقتدار کو ایک عام انسان اپنے لیے دُنیا کی سب سے قیمتی متاع سمجھتا ہے لیکن ایک فقیر منش اور ولی اللہ اسے کسی خاطر میں نہیں لاتا۔ ناسخ کا یہ کہنا بجا ہے کہ یوسفؑ کے لیے مصر کی دو دن کی حکومت محض ایک خواب کے سوا کچھ بھی نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت یوسفؑ کو کسی حکومت و اقتدار کی خواہش نہ تھی۔ قدرتِ حق نے ان کے لیے یہ سامان پیدا کیے تھے اور انھوں نے اس فریضے کو کمال خوش اُسلوبی سے نبھایا۔

۔ ''کی حکومت جو مصر میں دو دن/یہ بھی یوسفؑ کو ایک خواب ہوا''[کلیاتِ ناسخ، جلد ۲، ح، اول:17]

۔ ''ہے اے عزیزو حضرت یوسفؑ کے خواب سے/رُتبہ زیادہ حضرت نرجس کے خواب کا''[کلیاتِ ناسخ، جلد ۲، ح، اول:103]

آتش نے مذکور شعر میں خوابِ زلیخا سے متعلق ساری بات کھول دی اور ابہام کو دور کر دیا ہے۔ کہتے ہیں کہ یوسفؑ خوابوں کی تعبیر کے علم سے سرفراز کیے گئے تھے لیکن انھوں نے زلیخا کو خواب کی تعبیر بتانے سے گریز کیا۔ آتش نے کیا ہی خوبصورت نکتہ تراشا ہے جو مبنی بر حقیقت بھی ہے اور فنی مرقع کشی کا عمدہ نمونہ بھی ہے۔

۔ ''نازِ معشوق اسے کہتے ہیں کہ یوسفؑ نے کبھی/نہ زلیخا سے کہا خواب کی تعبیر ہوں میں''[کلیاتِ آتش، ر، ن، ص:301]

داغ کی غزل کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوا کہ داغ یوسف و زلیخا کے قصے کو بہت اہمیت دیتے ہیں۔ داغ جا بجا اشعار میں اس قصے سے متعلق واقعات کی جزئیات کو تلمیح کے پیرائے میں بیان کرتے ہیں۔ داغ یوسفؑ کے یعقوبؑ سے بچھڑ جانے کو زلیخا کی وصال کا سبب گردانتے ہیں۔ عشق کی اس تکثیریت نے قصہ یوف و زلیخا کو کثیر المعنویتی جہت سے ہمکنار کیا ہے۔

- ’’مہجور کی دُعا کو شب قدر چاہیے /یوسفؑ کے دیکھنے کو زلیخا کا خواب ہو‘‘[مہتاب داغ،ص:۲۶۵]

خریداری یوسفؑ: حضرت یوسفؑ اور زلیخا کا قصہ عالمی کلاسیک کی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔ حضرت یوسفؑ اپنے ابا یعنی حضرت یعقوبؑ کے بہت عزیز اور دل کے قریب تھے۔ یہ عقیدت دیگر بھائیوں میں حسد کا موجب بنی۔ برادرانِ یوسفؑ نے آپؑ کو بہانے سے آبادی سے دور ایک کنویں میں گرادیا۔ راہ گیروں نے آپ کو نکال کر مصر کے بازار میں ایک غلام کی حیثیت سے فروخت کر دیا۔اس واقعے کو "خریداری یوسف" تلمیح سے تعبیر کیا گیا ہے۔

- ’’میری بھی طرف تو کبھی آجا مرے یوسفؑ/ بڑھیا کی طرح میں بھی خریدار ہوں تیرا‘‘(دیوان درد، ص135)
- ’’جی دے کے لیتے ایسے معشوقِ بے بدل کو/یوسفؑ عزیز دل ہا ستا بہت بکایا‘‘(دیوان میر، اول، ص57)

آتش خریداری یوسفؑ کے حوالے سے مرقع آمیز نکتے تراشتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہم بھی اپنے یوسفؑ یعنی محبوبِ ارضی کی خریداری کے شیدا و خواہاں ہیں۔آج بھی یوسفؑ بازار میں بکتا ہے اور خریداروں میں زلیخائے وقت ہمہ تن شوق دام بڑھانے میں پیش پیش ہیں۔آتش نے خریداری یوسفؑ کو اپنے عہد کی معاشرتی صورتحال کی ارزانی کا استعارہ بنا دیا ہے۔

- ’’کون وارفتہ نہیں تیری طرح داری کا/حوصلہ سب کو ہے یوسفؑ کی خریداری کا‘‘[کلیات آتش، ر، الف، ص:83]
- ’’خواہاں ترے ہر رنگ میں اے یار ہمی تھے/یوسفؑ تھا اگر تُو، تو خریدار ہمی تھی‘‘[کلیات آتش، یائے تحتانی:398]

ظفرؔ اور ذوقؔ کے ہاں خریداری یوسفؑ کا بیان دیکھیں۔ کس طرح ان شعرا نے یوسف کی خریداری کو اپنے عہد کا استعارہ بنا دیا ہے۔

- ’’یوسف کو مول کے لے زلیخائی کی ہے آپ/سودائے عشق میں ہے زیاں نام سود کا‘‘(کلیات ظفر، جلد دوم، ص94)
- ’’ہو سکے آلودہ دامن ہاک دامن کس طرح/اے زلیخا چھوڑ دامن یوسفِ کعنان کا‘‘(کلیات ذوق، ص144)

مرزا داغ نے زلیخا کی روشن قسمت کو یوسفؑ کی خریداری پر محمول کیا ہے۔ داغ کہتے ہیں یوں تو ہر کسی نے بڑھ چڑھ کر دام دینے کی کوشش کی لیکن زلیخا کی قسمت میں یوسفؑ کو لکھ دیا گیا تھا۔اس لیے یوسفؑ کو مول لینے کا اعزاز کوئی اور نہ لے سکا۔

- ’’تھی بخت زلیخا میں خریداری یوسف/اوروں نے لگائے نہ درم اور زیادہ‘‘[گلزار داغ، ص:۱۶۶
- ’’جو شیخ دیکھ لے اک بار کیف مے خانہ/تو بھول کر نہ قدم خانقاہ میں رکھے‘‘[گلزار داغ، ص:۱۹۸]

دامنِ یوسفؑ: دامنِ یوسفؑ سے مراد یوسفؑ کا دامن یعنی وجود ہے۔آتش نے دامنِ یوسف تلمیح سے قصہ یوسفؑ زلیخا کی ساری بات کھول دی ہے۔ شاعرانہ اُسلوب میں انتہائی لطیف انداز میں اصل صورتحال سے پردہ اُٹھایا ہے۔آتش کہتے ہیں کہ زلیخا کے جذب عشق نے دامنِ یوسفؑ کو نہیں کھینچا تھا بلکہ یہ سب کچھ وارفتگی کے عالم میں ہوا جس سے زلیخا کی عصمت کا پردہ دریدہ ہوا اور یوسفؑ اس آزمائش سے بال بال بچ نکلے۔ شاعر دور کی کوڑیاں جمع کرتا ہے اور پھر ذرہ ذرہ ان کی تابانی سے مرقع بنا ڈالتا ہے جس میں فن و فکر کے جملہ عناصر کی آمیزیش سے نقش کی جلوہ گری دید کے قابل بن جاتی ہے۔

- ’’نہ کھینچا تھا زلیخا کو دامنِ یوسفؑ/اُسی کا پردہء عصمت دریدہ ہونا تھا‘‘[کلیات آتش، ر، الف، ص:75]
- ’’ہو سکے آلودہ دامن پاک دامن کس طرح/اے زلیخا چھوڑ دامن یوسفِ کعنان کا‘‘(کلیات ذوق، جلد، سوم، ص144)

دیدہء یعقوبؑ: دیدہ یعقوبؑ سے مراد حضرت یعقوبؑ کی بصارت ہے۔ حضرت یعقوبؑ اپنے بیٹے یوسفؑ کی جدائی میں دن رات گریہ زاری کرتے رہتے تھے۔ گریہ زاری کے مسلسل عمل کی وجہ سے آہستہ آہستہ ان کی بینائی کم ہوتی چلی گئی۔ بالآخر انھیں دکھائی دینا بند ہو گیا۔ قحط کے بعد برادرانِ یوسفؑ سے مصر میں ملاقات کے دوران باپ کے احوال کا علم ہوا تو یوسفؑ نے اپنی قمیص انھیں دی جسے آنکھوں سے لگاتے ہی بینائی لوٹ آئی۔اس واقعے کو قرآن میں سورہ یوسف کی ذیل میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

آتش نے دیدہ یعقوب سے کہیں سنجیدہ اور کہیں تفنن طبع کے حامل نکتے تراشے ہیں کہتے ہیں یادِ پسر میں پدر نے کیا خوب گریہ زاری کی کہ ایک دریا آنسوؤں کا بہا ڈالا اور یوسفؑ اگر چاہے تو اس میں نہالے۔آتش نے دیدہ یعقوب کی نظر کو سراپا یوسفؑ کے جلوہ سے تشبیہ دی ہے۔ کہتے ہیں کہ اگر دیدہ یعقوبؑ میسر آجائے تو پھر جدھر نگاہ اُٹھے گی یوسفؑ نظر آئے گا۔

- ’’واہ رے اندھیر بہرِ روشنیِ شہرِ مصر/دیدہء یعقوبؑ سے نورِ نظر جاتا رہا‘‘[کلیات آتش، ر، الف، ص:100]

۔ ''مرے یوسفؑ کولہر آئی اگر اس میں نہانے کی/حباب اک ایک ہو گا دیدہ یعقوبؑ دریا میں''[کلیاتِ آتش، ر،ن، ص:259]

۔ ''دیدہ یعقوب سے دیکھا جو عالم کی طرف/یوسف اُس بازار میں ہر سُو نظر آیا مجھے''[کلیاتِ آتش، یائے تحتانی:420]

زلیخا: زلیخا؛عزیزِ مصر کی خوبصورت ترین بیوی تھی۔ عزیزِ مصر[غیر مستند روایات کے مطابق] نامرد تھا اور بت پرست تھا۔ زلیخا بھی بت پرست تھی تاہم اُولاد اور خواہش حقِ ازواج میں مبتلا تھی۔اسے خواب میں ایک خوبرو دکھائی دیتا تھا جو اس کی دسترس میں آنے سے قبل روپوش ہو جاتا تھا۔ زلیخا مدتوں اس خواب میں مبتلا رہی۔ مصر کے بازار میں یوسف کو عزیزِ مصر نے خرید کر اپنے ماتحت تابع فرمان غلاموں میں شامل کیا۔ محل میں زلیخا کی یوسفؑ پر نظر پڑی تو اسے اپنے خواب کی تعبیر مل گئی۔ زلیخا اور یوسفؑ کا قصہ قرآن میں تفصیل سے مذکور ہے۔

مُفسرین اور علما کے ہاں زلیخا اور یوسفؑ کی شادی اور زلیخا اور عزیزِ مصر کی بیوی فوطار کے حوالے سے اختلاف ملتا ہے اور ان شخصیات کے قرآنی قصے سے متعلق ہونے کی مستند معلومات سب کے ہاں جداگانہ پہلو لیے ہوئے ہے۔

ناسخ نے زلیخا کی یوسفؑ کے لیے بے چینی اور حصولِ خواہش کی بے تابی کے لیے "جنونِ زلیخا" اور "جیبِ چاکِ یوسف" کی تراکیب تراشی ہیں۔ حُسن کی تاب کے آگے کسی کا یارا نہیں اور عاشق و معشوق کے معنی زلیخا کے سودائی ہونے اور یوسفؑ کے زنداں میں جانے سے سمجھ میں آتے ہیں۔

۔ ''یہی ہے اتحادِ عاشق و معشوق کے معنی/زلیخا کو ہو سودا اور یوسفؑ جائے زنداں میں''[کلیاتِ ناسخ، جلد اول، ص:212]

۔ ''حُسن ہو کیسا ہی، پر رہتا ہے بالا دستِ عشق/ہے زلیخا کو جنوں اور جیبِ یوسف چاک''[کلیاتِ ناسخ، جلد اول، ص:420]

غالب ؔزلیخا تلمیح سے ایک منفرد نکتہ سامنے لائے ہیں۔ کہتے ہیں زلیخا کے خیال و خواب میں حسنِ یوسف کی ایسی دھاک بیٹھ گئی تھی کہ جگرِ زلیخا کو یوسف کی چاک گریبانی کی لت پڑ گئی ہے۔ زلیخا ایسی زمانے کی ہر خواہش و آسائش سے متصف عورت نے حسن و جمالِ یوسفؑ کو دیکھ لینے کی ہمت کہاں سے لا پاتی۔ رب تعالیٰ نے یوسف کے داماں کو جگرِ زلیخا کی چاکی سے منور کر دیا ہے۔ باجود سعیٔ گناہ کے عصمتِ انبیا کو محفوظ رکھا۔

۔ ''تھا خواب میں کیا جلوہ پرستارِ زُلیخا/ہے بالش دل سوختگاں ہیں پر طاؤس''[دیوانِ غالب، ص:۶۶]

زنانِ مصر: زنانِ مصر؛ سے مراد اہلِ مصر کی وہ مخصوص عورتیں ہیں جنھوں نے زلیخا کو یوسفؑ سے عشق کی بابت استفسار کیا تھا کہ یوسفؑ میں ایسا کیا ہے کہ تم ایک ملکہ ہو کر معمولی غلام زادے پر فریفتہ ہو گئی ہو۔ زنانِ مصر کے ان سوالات سے زلیخا زِ پریشان ہوئی اور اُس نے ایک ترکیب کے ذریعے انھیں رام کرنے کی کوشش کی اور اپنے معیارِ حُسن و عشق کا نظارہ بصورتِ جلوہ یوسفؑ کروانے کا ارادہ ظاہر کیا۔ ڈاکٹر عطاالرحمن لکھتے ہیں:

''زلیخا نے زنانِ مصر کے لیے ایک خاص دعوت کا اہتمام کیا اور ان زنانِ مصر کو بطورِ خاص مدعو کیا۔ اور ان کے ہاتھ میں (رواج کے مطابق) ایک چھری اور ایک تازہ سیب تھما دیا کہ جب یوسفؑ کا اس طرف سے گزر ہو؛ چھری سے سیب کو کاٹ کر کھانا شروع کر دیا۔ زنانِ مصر کی نگاہیں حُسنِ یوسفؑ کی تاب نہ لا سکیں اور حیرت و استعجاب میں زنانِ مصر نے چھریوں سے اپنے ہاتھ زخمی کر لیے۔ اس درد کا انھیں مطلق احساس نہ ہوا''۔ (۷)

غالب نے اس واقعے کی نسبت سے یہ تلمیح تراشی ہے جو فکری و فنی لحاظ سے غالب کی شعری اُٹھان کا شاہکار نمونہ ہے۔ غالب کہتے ہیں زلیخا گو، سب رقیبوں سے ناخوش تھیں لیکن زنانِ مصر سے خوش ہو گئیں کہ انھوں نے حُسنِ یوسفؑ کی تائید میں اپنی گواہی زلیخا کی معیت میں ہاتھوں کو زخمی کر کے دے ڈالی جو زلیخاؑ کے عشقیہ اثبات کی دلیل بن گئی۔

۔ ''سب رقیبوں سے ہوں ناخوش پر زنانِ مصر سے/ہے زلیخا خوش کہ محوِ ماہ کنعاں ہو گئیں''[دیوانِ غالب، ص:۱۰۲]

زندانِ یوسفؑ: زندانِ یوسفؑ سے مراد یوسفؑ کو مصر کی جیل میں قید کیے جانا ہے۔ حضرت یوسفؑ کے حُسن کا چرچا پورے مصر میں پھیلا تھا۔ زلیخا نے کسی طرح یوسفؑ کو خلوت میں بلوا لیا اور اپنی خواہشِ جنسی یعنی مباشرت کا اظہار کیا جسے یوسفؑ نے رَد کر دیا اور اپنی عزت بچا کر بھاگنے میں کامیاب ہو گئے۔ آتش نے اسی واقعے کو تلمیح کے پس پردہ بیان کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ جمالِ یار کی نقش گیری کا سحر اتنا زورآور تھا کہ ہمارے دل پر جمالِ یار کی دید کا نقش زنداں، یوسفؑ کی طرح مرتسم ہو کر رہ گیا۔

۔ ''جمالِ یار نے جو نقش اپنا اس میں بٹھلایا/دلِ مشتاق پر عالم ہوا یوسفؑ کے زنداں کا''[کلیاتِ آتش، ر،الف، ص:118]

جذبِ زلیخا: جذب زلیخا سے مراد عزیزِ مصر کی بیوی زلیخا ہے جو یوسفؑ پر فریفتہ ہو گئی تھی اور انھیں حاصل کرنے کی ہر ممکن کوشش کی تھی یہاں تک کہ عشقِ یوسفؑ میں کھانا پینا اور شغلِ بزم کے سبھی مظاہر سے منہ موڑ کر فقط خیال یوسفؑ میں غرق رہتی تھی۔ زلیخا کی اس شدتِ وابستگی نے اسے جذب و جنون میں مبتلا کر دیا تھا۔

آتش نے زلیخا کو تصویر یوسفؑ سے تسکین حاصل کرنے کا واحد ذریعہ بتایا ہے۔ آتش نے زلیخا کی دُعا کے قبول ہونے کا اثر یوں بیان کیا کہ مصر کا بازار عجب رُوپ دھارے ہوئے ہے۔ یہ مصر کا بازار شاعر کا اپنا بازارِ لکھنو ہے جس میں شاعر اپنے معشوق کے حُسن جمال کا نظارہ کرے گا اور اسے اپنی قسمت کا نصیبہٗ سمجھتا ہے۔ آتش نے یوسفؑ کو زلیخا کے عشق کی مطلق خبر نہ ہونے اور زلیخا کو یوسفؑ کے اسی کے محل میں تابع فرمان غلام کی حیثیت سے چلے آنے کا تصور بھی نہ تھا۔ آتش کے ہاں مذہبی قصص کے متن کے حوالے سے مرکزی کرداروں کے جملہ احوال کے خوبصورت ترشے ہوئے مرقعے ملتے ہیں۔

ے ''نہ کھینچا تھا زلیخا کو دامنِ یوسفؑ/اُسی کا پردہء عصمت دریدہ ہونا تھا'' [کلیات آتش، ر، الف، ص:75]

ے ''آگاہ جذبِ عشقِ زلیخا سے تھا نہ حُسن/یوسفؑ کو چاہ میں خبرِ کارِ رواں نہ تھی'' [کلیات آتش، یاے تحتانی:412]

سکہ یوسفؑ: سکہ یوسفؑ تلمیح آتش نے تراشی ہے۔ سکہ سے مراد کسی ملک کے بادشاہ کی طرف سے جاری کردہ جملہ اجناس کی خرید و فروخت کے لیے سرکاری کرنسی ہوتی ہے جس کی ایک متعین قیمت ہوتی ہے جس کے عوض لوگ مختلف اجناس کی خرید و فروخت کا عمل دُہراتے رہتے ہیں۔ سکہ یوسفؑ سے مراد حُسن و جمال کا سکہ ہے اور یہ فقط یوسفؑ ایسے وجیع کے لیے رائج ہو سکتا تھا۔ مصر کے بازار میں ہر کوئی یوسفؑ کے حُسن و جمال کا شیدا تھا اور ہر کسی کی زبان پر یوسفؑ کی خوبصورتی کا چرچا تھا۔

آتش نے اسی کیفیت اور صورتحال کو مدنظر رکھتے ہوئے اہل مصر کے لیے جذبات و احساسات کی خرید و فروخت کے لیے سکہ یوسفؑ کو بطور کرنسی جاری کرنے کا خیال پیش کیا ہے جو فنی اعتبار سے لائق تحسین ہے۔

ے ''کشورِ دل میں مرے یار سے فرماں روا/سکہ یوسفؑ چلے مصر کے بازار میں'' [کلیات آتش، ر، ن، ص:285]

سفیدی دیدۂ یعقوب: اُردو غزلیات میں یعقوبؑ و یوسفؑ سے متعلقہ تلمیحات بکثرت مستعمل ہیں۔ حضرت یعقوبؑ اپنے بیٹے یوسفؑ سے بہت محبت کرتے تھے اور دل و جان سے عزیز رکھتے تھے۔ اخی یوسفؑ نے حاسد اً یوسفؑ کو کنویں میں گرا دیا۔ بکتے بکاتے آپ عزیز مصر کی پناہ میں آنے کے بعد ایک طویل آزمائش سے گزر کر مصر کے تخت پر جلوہ افروز ہوئے۔ حضرت یعقوبؑ اپنے بیٹے کی جدائی میں آنسو بہاتے رہے یہاں تک کہ ان کی بینائی چلی گئی لیکن بیٹے کی محبت میں ذرا بھی فرق نہ آیا۔

یعقوبؑ کی مسلسل گریہ زاری نے اُردو زبان و ادب کو "سفیدی دیدۂ یعقوب" ایسی خوبصورت تلمیح عطا کی ہے۔ حضرت یعقوبؑ کی آنکھوں کا نور حضرت یوسفؑ کی جدائی میں مسلسل گریہ زاری سے زائل ہو گیا۔ گویا دیدۂ یعقوب کا نور مصر کی دیواروں پر غالب آ گیا۔ یعقوبؑ نے قید کے دوران یوسفؑ کی خبر گیری کا فریضہ اس طرح ادا کیا کہ زنداں کی دیواریں "روزن یعقوب" ہو گئیں۔

غالب نے یوسف کی نسبت سے یعقوبؑ کی محبت آمیز تڑپ کو "روزنِ دیوار، سفیدیِ دیدۂ یعقوب" ایسی خوبصورت اور دل آویز تلمیحات میں واضح کیا ہے۔ عمل لائق تحسین ہے۔

ے ''نہ چھوڑی حضرت یوسفؑ نے یاں بھی خانہ آرائی/سفیدی دیدۂ یعقوب کی پھرتی ہے زنداں پر'' [دیوان غالب، ص:۶۲]

ے ''قید میں، یعقوب نے لی گو نہ یوسف کی خبر/لیکن آنکھیں روزنِ دیوار سے زنداں ہو گئیں'' [دیوان غالب، ص:۱۰۲]

سورہ یوسف: سورہ یوسفؑ قرآن کی اہم ترین سورہ ہے۔ سورہ یوسفؑ کے قصے کو قرآن کا "احسن القصص" قرار دیا ہے۔ یہ پوری سورہ حضرت یوسفؑ کے واقعاتِ زیست کے جملہ احوال کا مفصل بیان ہے۔ اس سورہ کا شانِ نزول اور اثرات و برکات کا ذکرِ خیر احادیث و روایات اور مفسرین کے ہاں خوبصورت انداز میں مذکور ملتا ہے۔

آتش نے کلاسیکی غزل گو شعرا کے روایتی موضوع سے ہٹ کر نکتہ تراشا ہے۔ کہتے ہیں کہ میں نے پورا قرآن ختم کیا ہے اور اب اس کا ثواب روحِ زلیخا کی نذر کر رہا ہوں جس کے عشق کی صداقت نے قرآن میں جگہ پائی اور ایک طویل سورہ میں احسن القصص کا اعزاز پایا۔ آتش کا نکتہ نظر مذہبی شخصیات سے وابستہ کرداروں اور ذیلی واقعات میں بڑا اچھوتا، دلکش اور بلیغانہ وسعتِ فکر پر مبنی ہوتا ہے جس سے تلمیحات کی وسعت اور اثر پذیری میں اضافہ ہوتا ہے۔

ے ''وہ منصف ہوں اگر میں نے کیا ختم کلام اللہ/ثواب سورہ یوسف دیا روحِ زلیخا کو'' [کلیات آتش، ر، و، ص:317]

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154

Volume.6, Issue.4(2023)
(October- December)

مرزا داغؔ نے حضرت یوسفؑ کی رُوداد کو قرآنی اہمیت کے پیش نظر کنایتاً اپنے عہد کے ابن الوقت واعظین کی استہزا یہ کے لیے بطور استعارہ کے استعمال کیا ہے۔ داغؔ کہتے ہیں واعظین رب تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کے منفی تاثر سے عام اوسط ذہن لوگوں کو ڈراتے ہیں۔ اگر یہ سورہ یوسفؑ کو کان دھر کر سن لیں توان کے گوش لذت سے بھر جائیں۔ دل میں محبت الٰہی گھر کر جائے۔ داغؔ نے محبوب بے مروت کو یوسف ثانی سے تشبیہ دی ہے۔

- ''سورۂ یوسف سنوں کیا کان دھر کر واعظو/کان اس نے بھر دیئے ہیں لذت تقریر سے'' [گلزار داغ، ص:۸۴]
- ''اغیار کو ہے ورد زباں سورۂ یوسف/غیرت تجھے اے یوسف ثانی نہیں آتی'' [یادگار داغ، ص:۲۰۳]

قصہ یوسفؑ: قصہ یوسفؑ سے مراد قرآن میں مذکور حضرت یوسفؑ کے متعلق قصہ ہے جس میں مرکزی کردار زلیخا ہے اور اس سے وابستہ واقعات ہیں۔ حضرت یعقوبؑ سے بیٹے یوسفؑ کی جدائی اور یادِ پسر میں بینائی سے محرومی، کعنان میں قحط کے دوران برادرانِ یوسفؑ کی مصر آمد اور قمیص یوسفؑ کے ذریعے بینائی کے لوٹ آنے اور ستاروں اور چاند کے سجدہ کرنے کے خواب کی تکمیل ایسے تمام واقعات کو قصہ یوسفؑ سے منسوب کیا جاتا ہے۔ آتش نے قصہ یوسفؑ کو کسی مصری قافلے کی زبانی سُننے کی خواہش کی ہے۔ یہ مصری قافلہ دراصل کوچہ محبوب سے برآمد ہونے کی طرف کنایتاً اشارہ ہے۔

- ''سُنیں گے قصۂ یوسفؑ زبان سے اُن کی/کوئی ہماری طرف سے جو کاررواں نکلا'' [کلیات آتش، ر، الف، ص:157]

قیمت یوسفؑ: قیمتِ یوسفؑ تلمیح آتش نے تراشی ہے۔ قیمت یوسفؑ سے مراد یوسفؑ کو خریدنے کے وقت لوگوں کی طرف سے قوتِ خرید کے دام کی صورتحال ہے۔ یوسفؑ کو ایک قافلے نے مصر کے بازار میں فروخت کی غرض سے پیش کیا جہاں ایک جمِ غفیر نے آپؑ کے حُسن وجمال کے پیشِ نظر بڑھ چڑھ کر دام لگائے بالآخر یوسفؑ عزیز مصر یعنی بادشاہ مصر کے دام پر ان کے حوالے کر دیا گیا اور یوں زلیخا کے خواب کی تعبیر خود ان کے آنگن میں اُتر آئی۔

آتش نے روایتی انداز میں یوسفؑ کی خریداری کا ذکر کیا ہے اور اس سے مراد خود کو بطور عاشق محبوبِ کے قدموں پر بے مول نثار و تابع فرمانی کے عوض پیش کر دیا ہے۔ کہتے ہیں کہ یوسفؑ کا بازار میں آنا ان کی قیمت کے معیار کا از حود حوالہ ہے کہ قسمتِ زلیخا سے لڑ کر ہی کوئی اور یوسفؑ کو خرید سکتا تھا۔ قیمتِ یوسفؑ کا بیعانہ حاصلِ جستجو ہے جس کا حاصلِ کل خشنودی خریدار کی قلبی انبساط پر منحصر ہے۔

- ''خوب رو تجھ سا کوئی تجھ سا بازارِ عالم میں نہیں/قیمتِ یوسفؑ نہ تھی جو ہے ترا بعیانہ آج'' [کلیات آتش، ر، ج، ص:193]
- ''اے دل! نہ بے قرار ہو موقوف وقت ہے/مفلس نہیں میں قیمتِ یوسفؑ گراں نہیں'' [کلیات آتش، ر، ن، ص:276]

غمِ یوسفؑ: غمِ یوسفؑ کا تعلق حضرت یعقوبؑ کے ساتھ ہے۔ رب تعالیٰ نے اواخر عمر میں دوسری بیوی سے حضرت یعقوبؑ کو چاند ایسا بیٹا یوسفؑ عطا کیا تھا جسے یعقوبؑ دل سے لگا کر رکھتے تھے اور کسی صورت آنکھوں سے اوجھل نہ ہونے دیتے تھے۔ برادرانِ یوسفؑ کو یہ گوارا نہ تھا کہ باپ کی پوری توجہ یوسفؑ کے ساتھ ہم رفیق رہے اور ہم اس شفقت سے محروم رہیں۔ چناں چہ بھائیوں کے دل میں حسد نے راہ نکالی اور یوسفؑ کو باپ یعقوبؑ سے دور کر کے چھوڑا۔

اس واقعے نے یعقوبؑ کی دُنیا تاریک کر دی اور وہ روتے روتے یادِ یوسفؑ میں آنکھوں کی بینائی سے محروم ہو گئے۔ اس واقعے کو غمِ یوسفؑ سے تعبیر کی جاتا ہے۔ ناسخ بطور باپ ایک بیٹے کی جدائی کا دُکھ خوب سمجھتے ہیں اس لیے انھوں نے غمِ یوسفؑ کو تمام باپ کے لیے ایک عظیم غم قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ بیٹے کے لیے باپ کا رونا بنتا ہے اور یہ رونے کا افضل مقام ہے کہ باپ بیٹے کے لیے روئے اور بیٹا باپ سے دور ہو جانے کی کیفیت میں تڑپتا وصلِ کی خواہش میں بے چین رہے۔

- ''یعقوبؑ روئے گر غمِ یوسفؑ میں، تھا بجا/رونے ہی کی جگہ ہے پسر ہو پدر سے دور'' [کلیات ناسخ، جلد اول، ص:127]

غیرتِ یوسف: غیرت یوسف؛ حضرت یوسفؑ سے متعلقہ تلمیح ہے۔ رب تعالیٰ نے ان کی شان اور حالات واُوصاف پر مشتمل ایک مکمل سورہ، سورہ یوسف قرآن میں ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دی تاکہ اس پیغمبر کے حسن وجمال اور اعلیٰ اوصاف کو تاقیامت معتقدین پڑھتے رہیں اور سر دُھنتے رہیں۔ مرزا داغؔ غیرتِ یوسف تلمیح کے سیاق میں اپنا نکتہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ زلیخا اور یعقوب کے عشق نے یوسف کی غیرت کو لائقِ مثال بنا دیا ہے۔ فروخت ہونے اور مول لینے کا معیار ایک لافانی کلاسیک کی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔

داغؔ نے ذاتی عشق کے تجربے کو اس شعر کے پس پردہ بیان کیا ہے۔ کہتے ہیں جس طرح یوسف کی غیرت کو گوارا نہ تھا کہ اسے بے کوئی خرید لے۔ اسی طرح تجھے بھی اپنے حُسن پر ناز ہے۔ سُبک سَر بن کر سر گرانی کا کوئی دعوی دار ہو کہ یہ دعویٰ ہر گز مجھ ایسے روسیاہ کو زیبا نہیں۔

- ''بنا دیا مری چاہت نے غیرت یوسف/تم اپنی گرمئ بازار دیکھتے جاؤ'' [مہتاب داغ، ص:۴۹۷]

کاروانِ یوسفؑ: کاروانِ یوسفؑ تلمیح آتش نے وضع کی ہے۔ کاروانِ یوسفؑ سے مراد کنعان کے کنواں سے یوسفؑ کو نکالنے والا مصری قافلہ ہے جو پانی کی غرض سے اس کنویں کے گرد ٹھہر گیا تھا جس میں برادرانِ یوسفؑ نے حسد کی وجہ سے اپنے چھوٹے بھائی یوسفؑ کو گرادیا تھا۔ قافلے والوں نے پانی کا ڈول کنویں میں گرایا تو آپؑ رسی کے سہارے باہر نکل آئے جسے دیکھ کر قافلے والے بہت حیران ہوئے اور جلدی سے انھیں اونٹ پر بٹھا کر چلتے بنے۔

آتش نے کاروانِ یوسفؑ کی دید کی جستجو کی ہے اور یہ تاثر دیا ہے کہ کاروانِ یوسفؑ کے پاس وصال کے سبھی امکانات موجود ہیں۔ اگر ان کی امان مل جائے تو دل کی ہر خواہش پوری ہو سکتی ہے۔ آتش نے آنکھوں کی ٹھنڈک کے لیے کاروانِ یوسفؑ کی دید کو ناگزیر قرار دیا ہے۔

- ''دکھلائی دے جو آنکھوں کو یوسفؑ کا کارواں/چلایئے، جرس کی طرح سے پکاریئے''[کلیاتِ آتش، یائے تحتانی:363]

گرگِ یوسفؑ: گرگِ یوسفؑ سے مراد آتش نے یہاں برادرانِ یوسفؑ کو لیا ہے۔ برادرانِ یوسفؑ نے یوسفؑ کو کھیل کود کے بہانے باپ یعقوبؑ سے اجازت لے کر ہمراہ لیا اور جنگل میں لاکر ایک سرِ راہ ایک کنویں میں گرادیا اور باپ سے گھر جاکر بہانہ بنایا کہ یوسفؑ کو ایک بھیڑیا کھا گیا ہے اور ہم اس کو بچا نہیں سکے ہیں اور ثبوت کے طور پر خون سے آلود قمیصِ یوسفؑ باپ کو دکھائی۔ بھائیوں کے اس ناروا سلوک اور حسد آمیز انتقامی رویئے کی وجہ سے گرگِ یوسفؑ تلمیح وضع ہوئی جس سے بھائیوں کی منافقت اور جملہ مذموم حرکات کا پتہ چلتا ہے۔

آتش نے گرگِ یوسفؑ تلمیح کو وسیع پیرائے میں بیان کیا ہے۔ کہتے ہیں نفس کشی کے عمل میں ایک سالک کو جہاں اپنے ایمان کو سلامت رکھنا ہے وہاں گرگِ نفس کی چالاکیوں اور گرگ بازیوں سے بھی خبردار رہا ہے کہ ذرا سی غفلت سے اس کی گرگ بازی راہ کو کھوٹا کر سکتی ہے۔ آتش نے یوسفؑ کو بھائیوں کی امان میں دیکھ کر اندیشہ ظاہر کیا ہے کہ گرگ کا یوسفؑ کے قریب آنا کہیں بھائیوں کی بدبینی کا مظہر تو نہیں ہے۔ خونی رشتے کس طرح پرائے اور انتقام پر اُتر آتے ہیں اس کا اظہار برادرانِ یوسفؑ سے بہتر اور کہاں مل سکتا ہے۔

- ''جگہ بدبیں نے کی پہلوے یارِ نیک طینت میں/الٰہی! خیر کیجو، گرگ یوسفؑ کے قریں آیا''[کلیاتِ آتش، ر، الف، ص:113]
- ''نفسِ شقی بھی روح کے ہم راہ تن میں ہے/یوسفؑ کے ساتھ گرگ بھی اس پیرہن میں ہے''[کلیاتِ آتش، یائے تحتانی:394]

ماہِ کنعان: ماہِ کنعان سے مراد حضرت یوسفؑ ہیں جن کی پیدائش کنعان میں ہوئی تھی۔ رب تعالیٰ نے جو حُسن اور جمال حضرت یوسفؑ کو دیا ہے وہ کسی اور شخصیت کے ماسوائے محمدؐ کے حصے میں نہیں آیا۔ کنعان کی سرزمین نے مصر کے انتظار کو ختم کر دیا کہ یوسفؑ کی شکل میں زلیخا کے خواب کی تعبیر برسوں بعد خود چل کر زلیخا کے در تک پہنچ گئی۔ شاہینہ تبسم لکھتی ہیں:

''ماہ کنعان حضرت یوسفؑ کے وطن کا نام ہے۔ عرب میں ایک چھوٹا سا موضوع تھا جسے حضرت یعقوبؑ اور یوسفؑ کی وجہ سے بے حد اہمیت اور تعارف حاصل ہوا۔ حضرت یوسفؑ اور حضرت یعقوبؑ کنعان کی مایہ ناز شخصیتیں ہیں۔ اسی لیے حضرت یوسفؑ کو "ماہ کنعان" اور حضرت یعقوب کو "پیر کنعان" کہا جاتا ہے۔ حضرت یوسفؑ کے حُسن وجمال کی وجہ سے انھیں "حُسن کنعاں" بھی کہا جاتا ہے۔''(۸)

آتش نے ماہ کنعانِ کے لیے مصر میں زنداں کی تیاری کا نقشہ کھینچا ہے اور یہ تاثر دیا ہے کہ کنعان کے حُسن کو مصر کے زندان میں مقید ہونے کی تیاری ہو رہی ہے اور ادھر پدرِ حُسن فرقتِ پسر میں گُھلا جا رہا ہے۔ آتش نے ماہ کنعا کے حُسن کی رسائی خورشیدِ حجازی سے فزوں قرار دی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے۔

- ''جلد ہو بہرِ سفر اے مہ کنعاں تیار/ہو چکا تیرے لیے مصر میں زنداں تیار''[کلیاتِ آتش، ر، ر، ص:213]
- ''رسائی مصر تک اُس کی تو اِس کی عرش تک حد ہے/مہ کنعاں کو کیا نسبت ہے خورشیدِ حجازی سے''[کلیاتِ آتش، یائے تحتانی:334]

مرزا داغؔ ماہ کنعان کی رعایت سے اپنے مزاجی محبوب کی بے رخی کے پیشِ نظر کہتے ہیں۔ اے محبوبِ بے مروت! تیرے حُسن کے جلوے نے مجھے چاند کی روشنائی میں ڈوبنے اور غرق ہو جانے کی ترغیب دی ہے۔ مجھے خود پر حیرت ہے کہ میں اس کی چاہ میں ہنوز خود کو روک نہیں پا رہا۔

- ''تمہارے حسن سے کیا رُتبہ ماہ کنعاں کو/وہی تو چاند جسے ڈوبنے کو چاہ ملی''[گلزار داغ، ص:۲۱۱]

قصہ یوسف وزلیخا کے حوالے سے شعرا نے کثرت سے جس جزوئی واقعے کو بیان کیا ہے وہ ماہ کنعان کی تلمیح سے متصل واقعہ ہے۔ شعرا کے ہاں یوسفؑ کا حُسن ہی اس واقعے کی اصل معراج ہے۔ یوسفؑ کو رب تعالیٰ نے انتہا درجے کا حُسن دیا تھا جس کی مثال کہیں نہیں ملتی۔ حُسن یوسفؑ کا یہ اعجاز ہے کہ مصر کی خواتین نے اپنی انگلیاں کٹوالی تھیں۔

ـ ’’اے ولی غیرت سوں کیوں جلے نئیں رات دن/جگ منیں دو ماہ رشک ماہِ کعنانی ہوا‘‘[دیوان ولی، جلد، اول،108]

ـ ’’روشن ہے وہ ہر ایک ستارے میں زلیخا/جس نور کو تو نے مہِ کعنان میں دیکھا‘‘[کلیات سودا، جلد، سوم، ص101]

ـ ’’ماہِ کعنان کو گیا مصر میں بکنے کے لیے/کوئی کعناں میں مگر اس کا خریدار نہ تھا؟‘‘[کلیات مصحفی، جلد، دوم، ص43]

ـ ’’ظفر مشتاق ہوں میں جلوہ راہ حجازی کا/بھلا دیکھوں کن آنکھوں سے جمالِ ماہ کعنان کو‘‘[کلیات ظفر، ص321]

ـ ’’ہنسی آتی ہے مجھ کو جب تیرے آگے/کوئی ماہِ کعناں کو کہتا ہے حسیں ہے‘‘[کلیات ذوق، جلد، اول، ص372]

نقابِ یوسفؑ: نقابِ یوسفؑ سے مراد یوسفؑ کا اپنے چہرے پر نقاب ڈالنا ہے جس کے پس منظر میں ایک واقعہ مذکور ہے۔ مشہور ہے کہ مصر کی عورتوں نے جب زلیخا کو اپنے زر خرید غلام سے عشق کرنے کا طعنہ مارا اور بادشاہ کی ملکہ ہونے کو تحقیر معیار گردانا تو زلیخا نے یوسفؑ سے التماس کیا کہ ایک بار ان مصری عورتوں کو اپنے حُسن کے جلوے سے معمور کر دو کہ ان کو میرے معیار اور اپنے نفرین آمیز رویئے کا جواز مل جائے۔ یوسفؑ نقاب اوڑھ کر محل کے مرکزی آنگن سے گزرتے ہوئے نقاب اُٹھا کر مصری عورتوں کو اپنے حُسن کا جلوہ دکھایا تو انھوں نے اپنے ہوش گنوا دیئے اور پھل کاٹ کر کھانے کی بجائے اپنی اُنگلیاں کاٹ لیں۔ آتش نے نقابِ حُسن سے کمالِ احوال کا نکتہ تراشا ہے اور یہ تاثر دیا ہے کہ حُسن کو نقاب کی حاجت نہیں ہوتی کہ جس حُسن کو نقاب میں مقید کر لیا جائے وہ حُسن؛ حُسنِ یوسفؑ نہیں کہلائے گا۔

ـ ’’ہوتا ہے یہ نقابِ یوسفؑ سے ہم کو روشن/ناقص ہیں آشکارا اپنے کمال کرتے‘‘[کلیات آتش، یائے تحتانی:435]

یوسف: یوسفؑ رب تعالیٰ کے برگزیدہ نبی تھے۔ رب تعالیٰ نے انھیں حُسن و جمال میں بے مثل بنایا تھا۔ قرآن کی ایک مکمل سورہ، سورہ یوسف آپؑ کے جملہ احوال کی داستان پیش کرتی ہے۔ رب تعالیٰ نے آپؑ پر کڑی آزمائش نزول کی اور سرفرازی اس سے بڑھ کر عطا کی۔ یوسفؑ کا قصہ قرآن کے بقیہ تمام قصوں میں احسن القصص قرار پایا ہے۔

ترجمہ: ’’جب یوسفؑ نے اپنے والد سے کہا کہ اے ابا جان! میں نے خواب میں گیارہ ستاروں اور چاند اور سورج کو دیکھا ہے کہ وہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔ یعقوب نے کہا بیٹے، اپنا خواب اپنے بھائیوں سے نہ بیان کرنا، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تمہارے خلاف سازش پر آمادہ ہو جائیں کیونکہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے اور اس طرح تیرا رب تجھے منتخب کرے گا اور تجھے تاویل احادیث کا علم عطا فرمائے گا اور تم پر اور آلِ یعقوب پر اپنی نعمت کو پوری کرے گا جس طرح اس سے پہلے اسی نعمتِ نبوت کو مکمل کیا تمہارے اجداد اسحاق، ابراہیم پر، بے شک تمہارا رب علیم و حکیم ہ‘‘۔ (۹)

ناسخ نے یوسفؑ تلمیح کے حوالے یہ قصہ یوسفؑ زلیخا کی مختلف جزئیات کو شاعرانہ اُسلوب میں بیان کیا ہے۔ کہیں برادرانِ یوسف کی چشم پوشی، کہیں مصر کے بازار کا احوال اور کہیں زُلیخا کی ہوسِ وصال کے آگے یوسفؑ کی فرار کا قصہ ناسخ نے منفرد اور دلکش انداز میں بیان کیا ہے۔

ـ ’’لاکھوں نے کاٹ کے سر رکھ دیئے قاتل کے حضور/انگلیاں ہو گئیں یوسف پہ جو دو چار جدا‘‘[کلیات ناسخ، جلد اول، ص:10]

ـ ’’یوسفتان ہو گئے ہیں کوچہ ہائے لکھنو/ایک مدت سے پڑا ہے مصر کا بازار بند‘‘[کلیات ناسخ، جلد ۲، ح، اول:185]

آتش نے مختلف انداز میں یوسفؑ کے مصر میں گزرے شب و روز سے متعلق واقعات کو تلمیحاتی پیرائے میں بیان کیا ہے جس کا ذکر پہلے تفصیل سے مذکور ہو چکا ہے۔ یوسفؑ کے لیے شعرا نے دسیوں تلمیحات وضع کی ہیں جس سے اس قرآنی قصص سے شعرا کی دلچسپی واضح ہوتی ہے۔

ـ ’’یوسفؑ نہیں جو ہاتھ لگے چند درم سے/قیمت جو دو عالم کی ہے بیعانہ ہے اُس کا‘‘[کلیات آتش، ر، الف، ص:58]

ـ ’’کہے جو یوسفؑ انھیں کوئی تو یہ کہتے ہیں/"ہمیں بھی سمجھے ہو تم بیچنے کے قابل کا"‘‘[کلیات آتش، ر، الف، ص:168]

غالب نے زلیخا کی یوسفؑ سے محبت کے پیشِ نظر "زنداں" کا استعارہ تراشا ہے۔ غالب کہتے ہیں۔ دورانِ قید یوسفؑ کے پرتوِ نقش پر زنداں میں جس چیز نے قدرے آرام میں رکھا۔ وہ زلیخا کی محبت کی استقامت تھی جس نے یوسفؑ کو زندانی کی اذیت سے ماورا کر دیا تھا۔

ڈاکٹر عطاالرحمن صدیقی لکھتے ہیں:

’’اُردو شعرا نے بجا طور پر قصہ یوسف و زلیخا کو بے حد اہمیت دی ہے اور اس قصہ کو احساسات کا من جملہ اظہار بنا دیا ہے۔ اس واقعے کو جہاں قرآن نے نصیحت و عبرت کا مرقع بنایا وہیں شعرا نے بھی اس واقعے سے بیسیوں تلمیحات تراشی اور اس کی جزوئیات کو عبرت و نصیحت کے ملے جلے رجحان سے واضح کرنے کی کوشش کی۔ قرآن کریم نے صدیوں کے بعد قصہ یوسفؑ کو از سرِ نو زندہ کر دیا اور ہمیشہ کے لیے اس میں مذکور واقعات کو بے آنے والے لوگوں کے لیے مثال بنا دیا‘‘۔ (۱۰)

قصہ یوسفؑ زلیخا اردو شعر و ادب میں بے حد اہمیت کا حامل ہے۔ اس قصے کو کلاسیکی شعرا کے ہاں جس دلچسپی سے دیکھا گیا ہے وہ جوش اور جذبہ جدید شعرا کے ہاں بہت کم دکھائی دیتا ہے۔ جدید شعرا کے ہاں لفظی بازی گری اور صنعتوں کے طلسم میں زبان دانی کی لیاقت کی استعداد دور دور تک دکھائی نہیں دیتی۔ غالب، شیفتہ، اکبر اور حالی کے ہاں یوسف کی سوانح و شخصیت سے متصل واقعات کا احوال ملاحظہ کیجیے۔

- ''ہنوز اک پر تو نقشِ خیالِ یار باقی ہے / دلِ فسردہ گویا حجرہ ہے یوسف کے زنداں کا''[دیوان غالب، ص:]
- ''آج پھر ماتم یوسف ہے ہر اک کوچے میں / کارواں مصر کو، کنعاں سے، سفر کرتا ہے''[کلیات شیفتہ، ص181]
- ''متاعِ حُسنِ یوسف ہے نہ وہ شوقِ زلیخا ہے / ریا کی گرم بازاری زبردستی کا سودا ہے''[کلیات اکبر، جلد، دوم، ص244]
- ''بہت دن چاہیں یوسف کو تا پہنچے زلیخا تک / نکل کر چاہ کنعان سے ابھی رہنا ہے زنداں میں''[دیوان حالی، ص69]

یوسف وزلیخا و یعقوب: یوسف و زلیخا و یعقوب: ایک اسلامی شخصی تلمیح ہے۔ رب تعالیٰ نے قرآن مجید میں یوسف و زلیخا اور یعقوب کے حالات اور محبت و عشق کی داستان کو ایک سورہ کے ذریعے تا قیامت مشعل راہ بنادیا ہے۔ داغ کہتے ہیں یوسف سے محبت کی شدت زلیخا سے پوچھو کہ جس نے یوسفؑ کی محبت میں اپنا تن من دھن اور عزت و نخوت تک قربان کر دی۔ ہر وہ حد پار کرلی جو ایک مذہب اور باشعور انسان کو گوارا نہیں۔ گو، حضرت یعقوبؑ نے اپنے پِسر سے محبت کی انتہا اس طرح سے کر دی۔ بیٹے کی جدائی میں آنکھوں کے نور سے محروم ہو گئے۔ ایک طرف زلیخا کی محبت ہے کہ جس نے سرداری و آرام داری کلی طور پر ترک کر کے محض وصالِ یوسفؑ کے لیے خود کو وقف کر دیا۔

- ''یوسفؑ کی محبت کو زلیخا سے تو پوچھو / گو حضرت یعقوب کو تھا عشق پِسر سے''[یادگار داغ، ص:۷]

مختصر یہ کہ قصہ یوسفؑ زلیخا کی اُردو ادبیات میں بازگشت ہمیشہ سنائی دیتی رہے گی۔ اس قصہ سے ماخوذ سیکڑوں نکات ہیں جو نصیحت و عبرت لیے ہوئے ہیں۔ کلاسیکی شعرا نے اس واقعے کو کمال مہارت کے ساتھ اشعار میں اس طرح مدغم کیا ہے کہ شعر کی روانی اور معنویت پر اس قصے کی تمام تر جزئیات سند ٹھہر گئی ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ جدید شعرا کے ہاں بھی مذہبی قصص سے دلچسپی کا عنصر بڑھنا چاہیے تاکہ اُردو کی شعری روایت اپنے عہد کے مسائل و رجحان اور افکار کی ترجمانی کا صحیح طور سے حق ادا کر سکے۔

حوالاجات:

1۔ حفیظ الرحمن، سیوہاری، مولانا، تفہیمِ قصص القرآن، جلد دوم، (دہلی: نور انٹرنیشنل معرفت پریس)، 1992، ص64
2۔ ثوبان سعید، فرہنگِ تلمیحات، (دہلی: نیو انڈیا آفیسٹ پرنٹرز، نئی، 2011ء)ص96
3۔ اکبر حسین قریشی، ڈاکٹر، تلمیحات و اشاراتِ قبال، (علی گڑھ: انجمن ترقی اُردو، 1970ء)، ص166
4۔ ساجدہ قریشی، تلمیحاتِ انشا مع شخصیات، (نئی دہلی: اسلامک ونڈرس بیورو، 2017)، ص69
5۔ مصاحب علی صدیقی، ڈاکٹر، اُردو ادب میں تلمیحات، (لکھنو: نظامی پریس، 1990)، ص118
6۔ شمس الدین عظیمی، خواجہ، احسان و تصوف، (ملتان: عظیمی ریسرچ سنٹر، 2014ء)، ص92
7۔ عطاالرحمٰن صدیقی، ندوی، ڈاکٹر، اُردو شاعری میں اسلامی تلمیحات، (لکھنو: کاکوری آفسٹ پریس، 2004ء)، ص312
8۔ آنسہ نجمہ اشتیاق، اُردو تلمیحات، (کراچی: ادارہ مصنفین پاکستان، سن، ندارد،)ص211
9۔ القرآن، سورہ، یوسف، آیت، 16تا18، پارہ، 12
10۔ عطاالرحمن صدیقی ندوی، ڈاکٹر، اُردو شاعری میں اسلامی تلمیحات، ص266

REFERENCE IN ROMAN SCRIPT

1.Hafeez u. Rehman Seohari, Mulana, Tefheem e Qisses e Quran, Jald Dom, Noor International Marfat Press, Dehli, 1992, p. 64
2.Suban Saed, Farhang e Telmihat, Soban Saed, New India Offisite Printers, New Delhi, 2011, p. 96

3.Akbar Hussain Qureshi, Dr. Telmihat o Isharat e Iqbal, Anjam Tarqi e Urdu, Ali Garh, Ali 1970, p. 166
4.Sajida Qureshi, Telmihat e Insha Ma Shakseat, Islamic Winds Bearu, New Delhi, 2017, p. 69
5.Musahib Ali Saddiquei, dr., Urdu adab ma telmihat, Nizami Press, Lahno, 1990, p. 118
6.Shamsh u din Azeemi khawja, Ahsan o taswof, Azeemi research center, Multan, 2014, p92
7.Atta u. r. Rehman Saddiquei, Dr. Urdu Shaeri Ma islami Telmihat, Kakorvi Offiest Press, Lakhno, 2004, p. 144
8.Ansa najma ishteaq, Urdu telmihat, Adara masnafeen paksitan, rigen, sakher, san, and nadrar, p. 211
9.al-quran,sora,yousaf,aiet,16 ta18,para,12
10. Atta u. r. Rehman Saddiquei, Dr. Urdu Shaeri Ma islami Telmihat, 2004, p. 266